سانپ کے منہ میں چھچھوندر

بینی گنٹیز نیتن یاہو کے سخت حریفوں میں شامل ہیں۔ بینی کی پالیسیاں کافی حد تک امریکی انتظامیہ سے ملتی جلتی ہیں اور اس وجہ سے امریکی انتظامیہ خاص طور پر جو بائیڈن کے ساتھ ان کے راہ ورسم کافی ہیں۔ ان کا یہ استعفیٰ ایسے وقت میں آیا ہے جب جنگ کو لے کر عالمی عدالت برائے انصاف نے نیتن یاہو اور اسرائیل کے وزیر دفاع اور فوجی عہدیداروں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے۔

شاہنواز احمد صدیقی

اسرائیل کے وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کے گرد بین الاقوامی سطح پر اور خود ان کے گھر یعنی اسرائیل میں دائرہ تنگ ہو رہا ہے۔ گزشتہ 8 ماہ میں جو انہوں نے قتل وغارت گری غزہ اور مغربی کنارے میں مچائی ہے۔ اس سے پوری دنیا ان کو جنگی جرائم کا مرتکب قرار دیتی ہے۔ ان کو قاتل اور جابر قرار دیا جارہا ہے، عالمی عدالت برائے انصاف نے ان کے خلاف وارنگ جاری کی ہے اور کوئی بھی ملک جو عالمی عدالت برائے انصاف (آئی سی سی) کو تسلیم کرنے والا ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ نیتن یاہو اگر اس کی سرزمین پر قدم رکھتے ہیں تو ان گرفتار کرلے۔ اسی طرح اندرون ملک ان کے خلاف پرتشدد مظاہروں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ سیاسی محاذ کی قیادت کرنے والے نتن یاہو کو حمایت دینے والے اپوزیشن سیاسی لیڈر Beni Ganz کابینہ کے اہم رکن تھے، ان کی خود کی سیاسی پارٹی بلیو اینڈ وہائٹ یونٹی پارٹی ریزیلنس پولیٹیکل پارٹی Blue and white Israel Resilience Party ہے اور حکمراں محاذ میں شامل ہیں۔ اسرائیل کی فوج کے سابق سربراہ بھی رہے ہیں۔

بنیادی طور پر بینی گنٹیز ایک ایسی آواز ہیں جو موجودہ وزیراعظم بنجامن نیتن یاہو کے خلاف اٹھتی رہی ہے۔ سال رواں کے مارچ میں امریکی انتظامیہ نے بنجامن نیتن یاہو کے تیور دیکھ کر انھیں نظرانداز کیا۔ بینی گنٹیز کو صدر جو بائیڈن سے ملاقات کے لیے مدعو کیا تھا۔ وہ جو بائیڈن قیادت والی امریکی پالیسی سازوں کا ایک اہم چہرہ ہیں۔ ان کو جنگی امور اور پالیسی پر گہری نظر رکھنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بینی گنٹیز غزہ میں جنگ اسرائیلی یرغمالیوں اور غزہ میں جنگ کے خاتمہ کے بعد کی پالیسیوں کو لے کر بالکل جداگانہ رائے رکھتے ہیں۔ وہ نیتن یاہو کے سخت حریفوں میں شامل ہیں۔ بینی کی پالیسیاں کافی حد تک امریکی انتظامیہ سے ملتی جلتی ہیں اور اس وجہ سے امریکی انتظامیہ خاص طور پر جو بائیڈن کے ساتھ ان کے راہ ورسم کافی ہیں۔ جنگی کابینہ سے ان کا یہ استعفیٰ ایسے وقت میں آیا ہے جب جنگ کو لے کر عالمی عدالت برائے انصاف نے نیتن یاہو اور اسرائیل کے وزیر دفاع اور فوجی عہدیداروں کے خلاف سخت موقف اختیار کیا ہے۔

اسرائیل کے اندرونی امور اور سیاست پر نظر رکھنے والے مبصرین کا کہنا ہے کہ بینی گنٹیز وار کابینہ میں ایک متعدل آواز تھے اور ان کے اخراج سے نیتن یاہو کابینہ میں سخت گیر عناصر کی بالادستی بڑھ جائے گی، حکمراں اتحاد میں خود نیتن یاہو کی لیکوڈ پارٹی Likud Party کے علاوہ دو اور انتہائی سخت گیر پارٹیاں شامل ہیں۔ ان میں قومی سلامتی کے وزیر ایتا مار بین گویر اور بنتر ازل اسموروچ شامل ہیں۔

نیتن یاہو پر سخت نکتہ چینی کرنے والے لیڈر بینی گنٹیز کا کہنا ہے کہ نیتن یاہو کی پالیسیاں اسرائیل کو مکمل جیت سے روکے ہوئے ہیں۔ اس سے قبل بین الاقوامی سطح پر اور خود سرائیل کے اندر کچھ آوازیں اٹھنے لگی تھیں جن میں کہا جارہا ہے کہ نیتن یاہو اپنے سیاسی وجود کی بقا کے لیے اس جنگ کو طول دے رہے ہیں۔ امریکہ میں خود موجودہ قیادت واضح طور پر نیتن یاہو پر نکتہ چینی کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ نیتن یاہو اپنے سیاسی وجود کو قائم ان ہی نکات پر رکھنے کی جستجو میں کسی کی نہیں سن رہے اور غزہ کا آتش فشاں ایسے ہی سلگتا رہنے دینا چاہتے ہیں، ان کو اچھی طرح اندازہ ہے کہ جنگ کے خاتمہ کے خلاف سیاسی مخالفوں کی آوازیں اور بلند ہوجائیں گی ان پر چل رہے مقدمات اور قانونی چارہ جوئی دوبارہ شروع ہوجائے گی۔ ویسے بھی یہ دور اسرائیل میں اندرونی خلفشار اور سیاسی اتھل پتھل کا دور رہا ہے۔ گزشتہ 6 سال میں اسرائیل میں پانچ حکومتیں بنیں، بعد ازاں آخر موجودہ حکومت بنجامن نیتن یاہو کی قیادت میں قائم ہوئی جس میں شدت پسند جماعتوں کا غلبہ ہے۔ بعض مبصرین کا قیاس ہے کہ 7 اکتومبر 2023 کی واردات نہ ہوتی تو کچھ بعید نہ تھا کہ نیتن یاہو سرکار گرجاتی اور وہاں چھٹی مرتبہ انتخابات ہوجاتے کیونکہ حکمراں محاذ میں شدید اختلافات ہیں مگر 7 اکتوبر کے حملے نے ان اختلافات کو ختم کردیا۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے 120 سیٹوں والے ایوان میں نیتن یاہو کی قیادت والی لیکوڈ پارٹی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے۔ مگر ان کو مکمل اکثریت حاصل نہیں ہے۔ چھوٹی چھوٹی پارٹیوں نے مل کر نیتن یاہو کو وزیراعظم بنادیا ہے جبکہ دیگر سخت گیر عناصر کو اہم عہدے ملے ہیں ان میں قومی سلامتی کے وزیر اور وزیر خزانہ ہیں۔

بینی گنٹیز کے کابینہ سے استعفیٰ سے کوئی مسئلہ نیتن یاہو کے لیے پیدا ہونے والا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپوزیشن کے لیڈر ہیں حکمراں محاذ کا حصہ نہیں ہیں اور 7 اکتوبر 2023 کے حملہ کے بعد اسرائیل میں حکمراں اور اپوزیشن متحد ہوگئے تھے اور ملک میں ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے یونیٹی محاذ بنایا گیا اور اپوزیشن کے ساتھ مل کر حکومت تمام جنگی اور دوسرے فیصلے لیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس سے پوری دنیا میں یہ پیغام گیا کہ اسرائیل بدترین صورت حال میں متحد ہے۔ گنٹیز کے استعفیٰ کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صہیونی ریاست اب ایک بار پھر سیاسی بحران کی طرف جارہی ہے جس میں پورا ملک 2018 سے لے کر 2022 تک پھنسا ہوا تھا۔ 2022 کے آخری انتخابات میں 120 ارکان والے ایوان میں حکمراں محاذ کو 64 سیٹوں پر کامیابی ملی تھی جبکہ یائرلیپڈ Yair LIpid کی پارٹی کو 51 سیٹیں ملی تھیں۔ اسرائیل کے اندر 2022 کے الیکشن کے تنازع پر اطمینان کا اظہار کہا جانا فطری تھا کیونکہ اپریل 2019 سے لے کر نومبر 2022 تک پانچ عام انتخابات کرائے گئے۔ یہ انتخابات اپریل 2019، ستمبر 2019، مارچ 2020، مارچ 2021 اور نومبر 2022 میں کرائے گئے تھے۔ انتخابات کے ابتدائی ادوار میں بنجامن نیتن یاہو کے خلاف خاص طور پر محاذ آرائی والی مہم عوامی اور پارٹیوں کی سطح پر چلائی گئی اس کے باوجود نیتن یاہو کی حمایت میں بھی قدامت پرستوں کا ایک ٹولہ پر سرگرم رہا جبکہ دوسرا ٹولہ لگاتار بنجامن نیتن یاہو کی سخت مخالفت کرتا رہا۔ اس پورے بحران میں لیکوڈ پارٹی نے نتین یاہو کو کنارے نہیں کیا۔ ایک کے بعد ایک انتخابات ہوتے رہے اور لیکوڈ پارٹی اور حریف پارٹیوں میں نتین یاہو کو لے کر اختلافات بڑھتے رہے اور بار بار حکومتیں بدلیں اور الیکشن ہوتے رہے۔ یہ تعطل چار سال تک چلتا رہا اور آخرکار 2022 کے الیکشن میں نیتن یاہو کی حمایت میں چھوٹی چھوٹی پارٹیوں نے حکومت بنائی۔ بایاں محاذ خاص طور پر نتین یاہو سے گریزاں رہا۔ ■

سیاسی بقا کیلئے جنگ کا سہارا

نیتن یاہو اسرائیل کے ایک طبقہ میں سب سے زیادہ پسند کیے جانے والے لیڈر ہیں اور ان کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ ان کے خلاف اسرائیل میں بہت زیادہ نفرت ہے۔ عالمی عدالت برائے انصاف نے ان کے خلاف وارنٹ جاری کرکے ان کی اس پوزیشن کو اور بھی پکا کردیا ہے۔ مگر ان کے مخالفین کے ہاتھوں ایک اور ہتھکنڈہ لگ گیا۔ ان کے حریف عالمی عدالت کے وارنٹ آنے کے بعد مزید سختی کے ساتھ ان کے خلاف محاذ کھول چکے ہیں۔ ان کے خلاف سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ نیتن یاہو جنگ کی جیت کو شکست میں تبدیل کررہے ہیں۔ اسرائیل کی قیادت کے خلاف عالمی عدالت کا وارنٹ جاری ہونا اسرائیل کی نہ صرف سیاسی بلکہ فوجی قیادت کے خلاف بھی فتویٰ ہے۔ اسرائیل کی فوجی قیادت دبے الفاظ میں نیتن یاہو کے خلاف ناراضگی کا اظہار کررہی ہے، فوجی جرنلوں کا کہنا ہے کہ ان کی کوئی فوجی حکمت عملی ہے ہی نہیں۔ وزیر دفاع یووآو گلانٹ Yoav Gallant نے بھی یہ الزام لگایا کہ انہوں نے اسرائیلی وزیراعظم کو جو تجاویز پیش کی تھیں ان پر کوئی غور ہی نہیں ہوا، اس حکمت عملی کے بجائے کس طرح جنگ لڑی جائے اس پر بھی کوئی فارمولہ یا تجویز نہیں آئی۔ ان کو شکوہ یہ ہے کہ ایک تو ان کے منصوبوں پر نہ کوئی بحث ہوئی اور نہ ہی اس کے علاوہ کیا اور حکمت عملی اختیار کی جائے پیش ہوئی ہے۔ یہ غیر معمولی صورت حال ہے۔ بینی گنٹیز نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے کہ اہم ایشوز پر فیصلے نہیں کیے جارہے ہیں۔ حال ہی میں جو سروے سامنے آئے ان میں بتایا گیا ہے کہ اگر اس وقت اسرائیل میں انتخابات ہوجاتے ہیں تو بینی گینز ہی وزیراعظم منتخب ہوجائیں گے۔ ضدی اور اڑیل مزاج کے نیتن یاہو موقع کا فائدہ اٹھانے میں کافی ماہر ہیں۔ حماس کی کارروائی کے بعد سے جو بھی صورت حال پیدا ہوئی ہے وہ ان کے لیے ایک اہم موقع ہے اور وہ سبھی کو ایک ہی لکڑی سے ہانک رہے ہیں۔ بینی گنٹیز کے اخراج اور ان کے خلاف بیان پر انہوں نے کہا ہے کہ وہ اسرائیل کو ہارتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بینی گنٹیز کے بیان پر ان کا ردعمل بڑا معنی خیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ گنٹیز جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اسرائیل کی ہار چاہتے ہیں۔ اس طرح نتین یاہو جنگ کے خاتمہ کو اسرائیل کی ہار سے جوڑ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا خاتمہ نیتن یاہو کی ہار ہے۔ یعنی جنگ بندی کے بعد حالات نارمل ہوجائیں گے تو تمام مخالفین ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان پر اور ان کی بیوی پر کرپشن کے مقدمات چل رہے ہیں ان پر سماعت شروع ہوجائے گی۔ نیتن یاہو اس سماعت کو شروع کرانا نہیں چاہتے۔ جنگ بندی کے بعد جنگ کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ اسرائیل کے اندر کئی حلقوں میں حکمراں اتحاد کے خاتمہ اور نئے انتخابات کی وکالت ہورہی ہے۔ امریکہ کو بھی لگتا ہے کہ نیتن یاہو کا اڑیل رویہ مغربی ایشیا میں حالات کو نارمل کرنے میں رکاوٹ ہے، بائیڈن انتظامیہ کو لگتا ہے کہ جب تک جنگ جاری رہے گی مغربی ایشیا میں امریکہ کے خلاف ناراضگی برقرار رہے گی۔ اس جنگ سے عربوں اور مسلمانوں میں ان کی امیج خراب ہورہی ہے، وہ امریکہ میں صدارتی انتخابات سے پہلے جنگ بندی اور غزہ میں نئے نظام کا نفاذ چاہتے ہیں اسی لیے امریکی خارجہ سکریٹری لگاتار مغربی ایشیا کا دورہ کررہے ہیں۔ ■

بینی گنٹیز کے اخراج اور ان کے خلاف بیان پر انہوں نے کہا ہے کہ وہ اسرائیل کو ہار تا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ بینی گنٹیز کے بیان پر ان کا رد عمل بڑا معنی خیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ گنٹیز جنگ کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اسرائیل کی ہار چاہتے ہیں۔ اس طرح نتین یاہو جنگ کے خاتمہ کو اسرائیل کی ہار سے جوڑ رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کا خاتمہ نیتن یاہو کی ہار ہے۔

راہیں مسدود کرتا روس

TRIPOLI
LIBYA

لیبیائی فوج کے سربراہ جنرل حفتر کی بڑھتی سرگرمیوں کے پس پشت روس فوج کی طاقت بتائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جنرل حفتر کے ذریعہ دیگر افریقی ممالک کے عہدیداروں سے ملنا، کئی افریقی وزرائے خارجہ کا بنی غازی کا دورہ کرنا کان کھڑے کردینے والا ہے۔

کرنل قذافی نے لیبیا کو ایک شناخت اور مقام دیا۔ افریقی عوام کی عزت ووقار کے لیے سرگرم رہے۔ مرحوم لیڈر نے افریقی یونین کو ایک متحدہ یونٹ کے طور پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی راہ دکھائی اور وہ جب تک زندہ رہے، انھوں نے افریقی یونین کو یوروپی یونین کی طرز پر ایک اقتصادی، سیاسی اور فوجی طاقت کے روپ میں کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کوششیں مغربی ممالک کی اس ضد کے خلاف تھیں جو پورے براعظم کے وسائل کی لوٹ کھسوٹ میں مصروف تھیں۔

2011 کے سیاسی عدم استحکام کے بعد لیبیا میں بدترین خانہ جنگی، اقتصادی بحران کی کیفیت ہے، یہ ملک بڑی طاقتوں کی فوج، دہشت گرد ملکوں یہاں تک کہ قرب وجوار کے ممالک مثلاً ایتھوپیا، سوڈان اور یہاں تک ایریٹیریا کے مسلح گروپوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ روس کے ویگنر گروپ نے لیبیا کو اپنی فوجی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا ہے اور اس کے فوجی اڈے قرب وجوار کے ملکوں میں یہیں سے نظر رکھے ہوئے ہیں اور نومولود فوجی گروپ Ligion of Africa کے ذریعہ اپنا اثر بڑھا رہا ہے۔ روس دیگر مغربی ممالک کی طرح روسی نژاد فوجیوں یا اپنے فوجیوں کو افریقہ میں بھیجنے کے بجائے لیبیا کے مقامی فوجیوں کو تربیت دے کر اور اسلحہ فراہم کرکے اپنا یہ تشہیری گروپ مضبوط کررہا ہے۔ روس کے فوجی اور ماہرین صرف نگرانی کریں گے، ہدایات دیں گے، لڑیں گے نہیں۔

مغربی ممالک کے لیے افریقہ میں اتنا سرگرم ہونا فرانس میں ہی نہیں بلکہ مغربی طاقتوں اور مغربی طاقتوں کے گروپ میں بھی باعث تشویش ہے۔

اٹلی ایک طویل عرصہ تک لیبیا میں سامراجی طاقت رہا۔ عمر مختار کی قیادت میں اہل لیبیا نے اطالوی افواج کو باہر کا راستہ دکھایا، دنیا کے دیگر عرب ممالک اور غیر ممالک کی طرح لیبیا میں اطالوی فوج نے بدترین مظالم انجام دیے۔ کرنل قذافی کے اقتدار میں آنے اور ان کے انقلابی گروپ کی جرأت مندانہ قیادت میں اٹلی کی فوج کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ براہ راست یا بالواسطہ لیبیائی عوام پر دباؤ ڈال پاتے، اس وجہ سے مغربی ممالک نے وہاں کے وسائل کو لوٹنے اور بار بار تختہ پلٹنے کی کوشش نہیں کی۔

لیبیا کی قیادت اور عوام نے باور کرادیا کہ محنت ایمانداری کے ساتھ کام کرکے بڑی سے بڑی طاقت کو سرنگوں کیا جاسکتا ہے۔ لیبیا کے عوام نے اپنے سابق حکمرانوں اور سامراجی ملک اٹلی کو مجبور کیا کہ وہ اپنے دوران حکومت، لیبیائی عوام پر کیے گئے مظالم کے لیے معافی مانگے اور اس کا ہرجانہ ادا کرے۔ معاوضہ ادا کرنے کے بعد لیبیائی قیادت نے اٹلی کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنایا۔ ان کو تجارتی اور تعمیراتی ٹھیکے دیے۔ تجارتی مفادات کا تحفظ اور ٹھیکوں کی بندر بانٹ میں یہ مغربی ممالک آج پھر متحد ہوگئے ہیں۔ روس اور مغربی ممالک کے درمیان مقابلہ آرائی ہے۔ برطانیہ، امریکہ اور فرانس متحد ہوکر وہاں کی سیکورٹی کی صورت حال پر غور کررہے ہیں۔ چند روز قبل ہی ان ممالک کے ماہرین کی مشترکہ کانفرنس میں ایک ایسی مشترکہ فوج بنانے کی تجویز پر غور ہوا جو اس وسیع وعریض ملک کے دفاعی مسائل کو حل کرسکے۔ یہ ممالک بھی مقامی افراد کو تربیت دے کر ان کو میدان کارزار میں استعمال کرنے کی پالیسی اختیار کررہے ہیں۔ اس مضبوط فوج کے قیام کے پس پشت بھی وہی مقصد ہے کہ حفاظتی نظام پر اپنا اثر ورسوخ بڑھا کر ترقیاتی پروجیکٹوں کی بندر بانٹ کی جائے اور روس اور چین کو روکا جائے۔ فرانسیسی ذرائع ابلاغ میں ایسی خبروں کی بھرمار ہے جہاں لیبیا میں روس کی ریشہ دوانیوں کے چرچے ہیں۔ لیبیائی فوج کے سربراہ جنرل حفتر کی بڑھتی سرگرمیوں کے پس پشت روس فوج کی طاقت بتائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جنرل حفتر کے ذریعہ دیگر افریقی ممالک کے عہدیداروں سے ملنا، کئی افریقی وزرائے خارجہ کا بنی غازی کا دورہ کرنا کان کھڑے کردینے والا ہے۔

سینٹرل افریقن ری پبلک برکینا فاسو، نائیجیریا کی سرزمین پر روسی فوج اور روس کے تربیت یافتہ عملہ کی موجودگی نے مغرب کی صف میں ماتم برپا کردیا ہے۔ فرانس کا اندیشہ ہے کہ بن غازی لیبیا کی طاقت کا نیا مرکز اور محور بن گیا ہے۔ 2019 سے اب تک بن غازی میں روس کے سات ہزار فوجیوں کی موجودگی نے خطے کی طاقت کے توازن کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ ■

لیبیا آج عالمی طاقتوں کی کشمکش کا مرکزبن گیا ہے۔ معدنی وسائل سے مالامال لیبیا کو کوئی بھی مغربی یا دوسری طاقتیں یوں ہی نہیں چھوڑنا چاہتی ہیں۔ لیبیا کے پیٹرولیم وسائل پر باہم متصادم لیبیائی گروپ مختلف غیرملکی طاقتوں کے ساتھ تعاون کرکے ان مقامات پرقبضہ کرنا چاہتے ہیں، جن سے زیادہ مقدار میں تیل اور سونا وغیرہ نکلتا ہے۔ روس بھی ان ممالک میں شامل ہے۔ لیبیائی قومی فوج Libyan National Army کے سربراہ فیلڈمارشل خلیفہ حفتر کو روس حمایت دے رہا ہے۔

فرانس کا کرب

فرانس اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا مستقل ممبر ہے اور دیگر چار ممالک امریکہ، برطانیہ، روس اور چین کی طرح فرانس کو بھی کسی بھی معاملہ پر ویٹو کرنے کا اختیار ہے۔ اس طرح فرانس عالمی سیاست میں ایک اہم کھلاڑی ہے۔ افریقہ اور ایشیا کے کئی ملکوں میں اس کا سامراج رہا ہے اور آج بھی دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں پر اس کا عمل دخل برقرار ہے۔ اس کا سب سے زیادہ اثر براعظم افریقہ میں رہا ہے اور کئی ملکوں کے ارباب اقتدار اپنے ملک کے اہم فیصلے لیتے ہوئے اس کے ابروئے خم کے انتظار میں رہتے ہیں۔ ہر سپر پاور کی طرح فرانس نے اپنا اثر ورسوخ برقرار رکھنے کے لیے کئی خطوط پر اپنی لابی کو مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے اور جب سے ساحل کے خطوں میں اس کے اثر ورسوخ کو کم کرنے کی کوشش ہوئی ہے، وہ دیگر طریقوں سے تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اساس پر اپنا سفارتی اثر برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ جن ملکوں میں اس کا فوجی اثر ورسوخ ختم ہوگیا ہے وہ اپنے تہذیبی اور لسانی رویہ کو بنیاد بنا کر ہی کمی کو پورا کرنے، اپنے خلاف نفرت کو کم اور ختم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس ضمن میں فرانسیسی زبان بولنے والے ممالک کا ایک گروپ بھی بنایا گیا ہے جو سیاسی اتھل پتھل اور اختلافات سے بالاتر ہوکر فرانسیسی زبان کے فروغ اور ترویج میں اہم رول ادا کررہا ہے اور یہ تنظیم تہذیبی، ثقافتی پروگراموں، نصابی کورسیز کے ذریعہ سیاسی خلیجوں کو عبور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ بہرحال افریقہ کے ساحل ملکوں کے علاوہ فرانس کو اب لیبیا کی فکر بھی ستانے لگی ہے۔ فرانس کی فکر یہ ہے کہ لیبیا میں روس کی افواج میں اضافہ ہورہا ہے۔ خیال رہے کہ روس یوروپی ملک فرانس کی سخت تنقید کرچکا ہے کہ وہ اپنی افواج یوکرین نہ بھیجے۔ فرانس ان دھمکیوں کے باوجود اپنے فیصلہ پر نظرثانی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ امریکہ اور ناٹو ممالک کی اہم جیت ہے۔ بہرکیف جہاں تک لیبیا کا تعلق ہے، فرانس اور لیبیا کے درمیان ہمیشہ کھٹے میٹھے رشتے رہے ہیں۔ مغربی ممالک لیبیا کی سابقہ قیادت اور مرحوم لیڈر کرنل قذافی کے ساتھ سخت اختلافات رکھتے تھے۔ فرانس کے سابق صدر لیبیا سرکوزی پر الزام ہے کہ انھوں نے کرنل قذافی سے الیکشن لڑنے کے لیے موٹی رقم وصول کی تھی اور الیکشن جیت گئے تھے۔ مگر جیتنے کے بعد لیبیا میں قذافی کے خلاف بغاوت ہوتے ہی امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ مل کر فرانس نے فوجی کارروائی شروع کردی جس میں کرنل قذافی سے الیکشن کے لیے عطیات قبول کرنے کی پاداش میں مقدمہ چلا تھا اور سرکوزی کو اسی سال 14 فروری میں مجرم قرار دیا گیا تھا۔ اس صورت حال کا نتیجہ ہے کہ قذافی کے قتل کے بعد لیبیا میں ابھی تک قتل وغارت گری ہی مچی ہوئی ہے۔ 2011 کے عدم استحکام کی وجہ سے یہ ملک تقسیم ہونے کے دہانے پر ہے۔ مختلف ممالک کی افواج لیبیا میں سرگرم ہیں۔ ان میں ترکی، روس، فرانس، امریکہ، برطانیہ جیسے ملک اور قرب وجوار کے جنگ زدہ ممالک کے مسلح گروپ اس عظیم ملک 'لیبیا' کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں مصروف ہیں۔

لیبیا آج عالمی طاقتوں کی کشمکش کا مرکز بن گیا ہے۔ معدنی وسائل سے مالا مال لیبیا کو کوئی بھی مغربی یا دوسری طاقتیں یوں ہی نہیں چھوڑنا چاہتی ہیں۔ لیبیا کے پیٹرولیم وسائل پر باہم متصادم لیبیائی گروپ مختلف غیرملکی طاقتوں کے ساتھ تعاون کرکے ان مقامات پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں، جن سے زیادہ مقدار میں تیل اور سونا وغیرہ نکلتا ہے۔ روس بھی ان ممالک میں شامل ہے۔ لیبیائی قومی فوج Libyan National Army کے سربراہ فیلڈ مارشل خلیفہ حفتر کو روس حمایت دے رہا ہے۔ خلیفہ حفتر بن غادی خطے میں مکمل کنٹرول رکھتے ہیں اور طرابلس پر بھی مکمل کنٹرول کرنے کے لیے لیبیا کی بین الاقوامی طور پر منظور شدہ حکومت Government of National Accord کو برطرف کرنا چاہتے ہیں۔ روس نے افریقہ میں اپنی فوج کا عمل دخل قائم کرنے کے لیے ایک فوجی گروپ The African Legion قائم کیا تھا۔ 2023 میں بنایا گیا یہ گروپ بنیادی طور پر لیبیا میں روسی سرگرمیوں اور تجارتی مفادات کو وسعت دینے کے لیے بنایا گیا تھا، اب یہ گروپ ساحل کے ملکوں میں سرگرم کیا جارہا ہے۔ ساحل میں فرانس کے اخراج کے بعد African Legion کا عمل دخل ان علاقوں میں بڑھ گیا ہے۔ لیبیا میں لیجن آف افریقہ کا ہیڈکوارٹر ہے۔ روس یہیں سے برکینافاسو، سینٹرل افریقن، ری پبلکن، مالے اور نائیجیریا پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ یہ مسلح گروپ روسی وزارت دفاع کے تحت ہے اور اس میں پچاس ہزار ایسے فوجی ہیں جو کسی زمانے میں پرائیویٹ فوجی کمپنی ویگنر کا حصہ رہے ہیں۔ یہ گروپ افریقہ میں روسی کمپنیوں کا استعمال اور انتظام پولینڈ کے ڈیفنس بلاگ کا کہنا ہے کہ روس افریقہ میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کے لیے اس گروپ کو استعمال کررہا ہے۔ کئی ملکوں کے سونے کی کانوں پر روس قابض ہوچکا ہے۔

مغربی مبصرین کا کہنا ہے کہ لیجن آف افریقہ کے تین بنیادی مقاصد ہیں۔ اولاً افریقہ میں فوجی اڈے بنانا، وہاں معدنیات کی لوٹ، افریقی ممالک کی فوج کو تربیت دینا۔ افریقہ میں زیادہ سے زیادہ فوجی اڈے بنانا اور افریقہ اور ایشیا سے مہاجرین کو یوروپی ممالک میں منتقل کرنا ہے۔ خیال رہے کہ مہاجرین کے مسئلہ کو بڑھا کر یوروپی ممالک کے مسائل میں اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ روس افریقہ میں اپنے پنجے گاڑ چکا ہے۔ ساحل کے ممالک سینٹرل افریقن ری پبلک اور مالے میں اس کے فوجی اڈے بن چکے ہیں اور ان ممالک میں معدنی ذخائر پر روس کا کافی کنٹرول ہوگیا ہے۔ برکینا فاسو میں روس کے سو جنگی ماہرین کا ایک یونٹ سرگرم ہے جو قومی لیڈر ابراہیم ٹروے کو تحفظ فراہم کررہا ہے اور وہاں فوجی عملہ کو تربیت دے رہا ہے۔ ■

افریقہ کے ساحل خطہ کے ملک مالے کے ایک گاؤں کے کچے مکان میں تلاشی لیتے فرانسیسی فوجی